



پختون معاشرے میں قدیم و جدید ثقافتی رجحانات و اصول کا تجزیہ و تحلیل کا تحقیقی و شرعی مطالعہ

*A Research and Religious Study of the Analysis and Critique of Ancient and Modern
Cultural Trends and Principles in Pukhtun Society*

1. سلیم اللہ سرور

پی ایچ ڈی اسکالر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ شریعہ، ایم وائی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

2. ڈاکٹر صابر اللہ

اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ شریعہ، ایم وائی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

Abstract

Pashtun society has historically been organized around tribal frameworks, customary laws, and ethical codes such as Pashtunwali. These traditional structures emphasized honor, hospitality, collective responsibility, and dispute resolution through Jirga systems. However, modern developments including urbanization, education, globalization, and media exposure have significantly transformed these long-standing cultural patterns. This study examines the evolution of cultural trends and social transformations within the Pashtun society Pashtun from a historical, sociological, and Islamic perspective. The study focuses on the interaction between traditional tribal structures and modern influences, highlighting how both continuity and change coexist in shaping contemporary Pashtun identity. The purpose of this research was to analyze the dynamic relationship between traditional and modern cultural elements in Pashtun society. It also aims to evaluate these cultural trends in light of Islamic principles to determine which practices align with Sharia and which require reform or reinterpretation. This study adopts a qualitative research design based on secondary data sources. The data has been collected from academic books, peer-reviewed journals, anthropological studies, and Islamic scholarly works. Thematic analysis is used to interpret cultural patterns, social changes, and religious perspectives. A comparative approach is applied to examine differences between traditional and modern structures. The findings reveal that Pashtun society is experiencing a hybrid cultural transformation. While traditional institutions such as Jirga and Pashtunwali remain influential, their authority has been partially replaced by state institutions, legal systems, and modern governance structures. Education and media have reshaped youth perspectives, leading to changes in family structure, gender roles, and social values. Despite these changes, religious identity continues to play a central role in maintaining cultural cohesion. The study concludes that Pashtun society is neither purely traditional nor fully modern but exists in a transitional hybrid state. The coexistence of tradition and modernity reflects an ongoing cultural negotiation. Sustainable development of this society depends on balancing cultural heritage with modern institutional frameworks while ensuring alignment with Islamic ethical principles.

Keywords: Pashtunwali, Jirga System, Pashtun Culture, Cultural Transformation, Islamic Principles, Tribal Society, Modernization

پختون معاشرہ جنوبی ایشیا کا ایک قدیم اور تاریخی اعتبار سے نہایت اہم معاشرتی و ثقافتی ڈھانچہ رکھتا ہے، جس کی جڑیں صدیوں پر محیط روایات، اقدار اور سماجی اصولوں میں پیوست ہیں۔ اس معاشرے میں قدیم دور سے ہی "پشتون ولی" جیسے ضابطہ اخلاق نے سماجی نظم و ضبط، غیرت، مہمان نوازی، جرأت اور اجتماعی ذمہ داری کے اصول متعین کیے ہیں۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ جدیدیت، تعلیم، شہری کاری، میڈیا اور عالمی ثقافتی اثرات نے اس روایتی نظام پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ قدیم پختون ثقافت میں قبائلی نظام، جرگہ سسٹم اور روایتی قیادت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، جبکہ جدید دور میں ریاستی قوانین، عدالتی نظام اور ڈیجیٹل مواصلات نے ان روایات کے متوازی ایک نیا سماجی ڈھانچہ تشکیل دیا ہے۔ اس تبدیلی کے نتیجے میں بعض روایتی اقدار اپنی اصل شکل میں برقرار نہیں رہ سکیں، جبکہ کچھ اقدار نے جدید تقاضوں کے مطابق اپنی نئی شکل اختیار کر لی ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اسلام نے ہر معاشرے میں عدل، مساوات، حقوق العباد اور اخلاقی نظم کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ لہذا پختون معاشرے میں موجود قدیم و جدید ثقافتی رجحانات کا جائزہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں کرنا نہایت اہم ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ کون سی روایات اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں اور کون سی اصلاح کی متقاضی ہیں۔ یہ تحقیقی مطالعہ پختون معاشرے میں ثقافتی تسلسل اور تبدیلی کے درمیان تعلق کو سمجھنے اور اس کے شرعی، سماجی اور تاریخی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد پختون معاشرے میں قدیم و جدید ثقافتی رجحانات کا تجزیاتی مطالعہ کرنا۔ روایتی اقدار اور جدید سماجی تبدیلیوں کے درمیان تعلق کو سمجھنا۔ ثقافتی اصولوں کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لینا اور معاشرتی ہم آہنگی اور اصلاحی پہلوؤں کو واضح کرنا۔ یہ مقالہ معیاری تحقیق پر مبنی ہے، جس میں پختون معاشرے کے ثقافتی، سماجی اور تاریخی پہلوؤں کو تفصیلی طور پر سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ثانوی مآخذ بھی استعمال کیے گئے جن میں کتب، تحقیقی مقالے، جرائد، اسلامی فقہ و سوشالوجی کی کتابیں، اور آن لائن علمی مواد شامل ہے۔ ڈیٹا کی تشریح کے لیے موضوعاتی تجربہ کار طریقہ اپنایا گیا ہے تاکہ قدیم و جدید ثقافتی رجحانات کے درمیان واضح فرق اور تسلسل کو علمی انداز میں پیش کیا جائے۔

پختون معاشرے میں قدیم ثقافتی ڈھانچہ

پختون معاشرہ ایک ایسا تاریخی و تہذیبی معاشرہ ہے جس کی بنیاد صدیوں پر محیط قبائلی نظام، اخلاقی ضوابط اور روایتی اقدار پر قائم رہی ہے۔ اس معاشرے کا قدیم ثقافتی ڈھانچہ کسی تحریری آئین کے بجائے غیر رسمی مگر مضبوط سماجی اصولوں پر مشتمل تھا، جسے عمومی طور پر "پشتون ولی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ ضابطہ حیات نہ صرف افراد کے باہمی تعلقات کو منظم کرتا تھا بلکہ پورے قبائلی نظام کی بقا اور تسلسل کو بھی یقینی بناتا تھا۔ قدیم پختون معاشرے میں سماجی نظم و ضبط کا بنیادی مرکز خاندان اور قبیلہ تھا۔ ہر فرد کی شناخت اس کے قبیلے سے جڑی ہوتی تھی، اور اس شناخت کی حفاظت کو زندگی کا بنیادی اصول سمجھا جاتا تھا۔ غیرت، مہمان نوازی، بہادری، وفاداری اور انتقام جیسے تصورات اس ثقافتی ڈھانچے کی بنیاد تھے۔ جیسا کہ James W. Spain اپنی کتاب The Way of the Pathans میں لکھتے ہیں:

"The Pashtun code is not written in books but engraved in the hearts of its people."¹

یہی غیر تحریری قانون صدیوں تک پختون معاشرے کی سماجی تنظیم کا بنیادی ذریعہ رہا۔ پختون معاشرے کا قدیم ڈھانچہ بنیادی طور پر قبائلی (tribal) تھا، جس میں ہر قبیلہ ایک خود مختار اکائی کی حیثیت رکھتا تھا۔ قبیلے کے اندر فیصلہ سازی کا اختیار بزرگوں اور جرگہ کے پاس ہوتا تھا۔ جرگہ ایک غیر رسمی عدالت کی طرح کام کرتا تھا جہاں تنازعات کو باہمی رضامندی سے حل کیا جاتا تھا۔ Fredrik Barth نے اپنی تحقیق Political Leadership among Swat Pathans میں لکھا ہے:

"The tribal system among Pathans is a decentralized political order where authority is distributed among elders rather than centralized governance."²

یہ نظام ریاستی قوانین سے آزاد مگر سماجی طور پر انتہائی مؤثر تھا۔ جرگہ پختون ثقافت کا ایک اہم ادارہ تھا جو انصاف، تنازعات کے حل اور سماجی ہم آہنگی کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ جرگہ میں شامل افراد عام طور پر باثر، تجربہ کار اور غیر جانبدار بزرگ ہوتے تھے۔ فیصلے اجتماعی مشاورت سے کیے جاتے تھے اور ان کی خلاف ورزی کو سماجی جرم سمجھا جاتا تھا۔ Akbar S. Ahmed کے مطابق:

¹ Spain, James W., The Way of the Pathans (Karachi: Oxford University Press, 1962), p. 45

² Barth, Fredrik (Oslo University Press, 1959), p. 78

“The Jirga system represents a form of indigenous democracy where collective wisdom replaces formal law.”¹

جرگہ نہ صرف عدالتی ادارہ تھا بلکہ سماجی اتحاد اور نظم و ضبط کا ذریعہ بھی تھا۔ پشتون ولی قدیم پشتون ثقافت کا بنیادی اخلاقی نظام تھا۔ اس میں چند بنیادی اصول شامل تھے جیسے:

1- ننواتے (مہمان یا مجرم کو پناہ دینا)

2- غیرت (عزت و وقار کی حفاظت)

3- میلستیا (مہمان نوازی)

4- بدل (انتقام کا اصول)

5- شراکت و بھائی چارہ

Thomas H. Johnson لکھتے ہیں:

“Pashtunwali is a moral framework that governs all aspects of Pashtun life, from conflict resolution to hospitality.”²

یہ ضابطہ تحریری نہیں تھا لیکن اس کی خلاف ورزی کو سماجی طور پر ناقابل قبول سمجھا جاتا تھا۔ قدیم پشتون معاشرے میں خاندان ایک توسیعی (extended family) نظام پر مشتمل تھا۔ بزرگوں کا احترام لازمی تھا اور فیصلے اجتماعی طور پر کیے جاتے تھے۔ خواتین کا کردار زیادہ تر گھریلو دائرے تک محدود تھا، تاہم وہ خاندانی نظام میں مرکزی حیثیت رکھتی تھیں۔ Ahmed Rashid کے مطابق:

“The Pashtun family structure is deeply hierarchical, with elders holding unquestioned authority.”³

یہ خاندانی ڈھانچہ سماجی استحکام کا اہم ذریعہ تھا۔ پشتون ثقافت میں مہمان نوازی کو انتہائی مقدس سمجھا جاتا تھا۔ مہمان کو عزت دینا، کھانا فراہم کرنا اور حفاظت کرنا ہر فرد کا فرض تھا۔ حتیٰ کہ دشمن کو بھی مہمان ہونے کی صورت میں تحفظ دیا جاتا تھا۔ Louis Dupree لکھتے ہیں:

“Hospitality among the Pashtuns is not merely social courtesy but a sacred obligation.”⁴

یہ اصول معاشرتی اعتماد کو مضبوط بناتا تھا۔ پشتون معاشرے میں غیرت (Ghairat) ایک مرکزی ثقافتی قدر تھی جو فرد اور خاندان کی عزت سے جڑی ہوئی تھی۔ اس تصور کے تحت ذاتی اور خاندانی وقار کی حفاظت کو سب سے اہم سمجھا جاتا تھا۔ Owen Bennett Jones کے مطابق:

“Honor in Pashtun society is the axis around which social behavior revolves.”⁵

یہ تصور معاشرتی نظم کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا تھا۔ قدیم پشتون ثقافت میں اگر کسی کی عزت پر حملہ ہوتا تو اس کا بدلہ لینا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ یہ اصول سماجی انصاف کے ایک غیر رسمی نظام کے طور پر کام کرتا تھا، اگرچہ جدید نقطہ نظر سے یہ متنازع سمجھا جاتا ہے۔ پشتون معاشرے کا قدیم ثقافتی ڈھانچہ ایک مضبوط، منظم اور خود کفیل نظام تھا جو قبائلی روایات، اخلاقی اصولوں اور سماجی ذمہ داریوں پر قائم تھا۔ اگرچہ یہ نظام تحریری قانون پر مبنی نہیں تھا، لیکن اس کی سماجی گرفت انتہائی مضبوط تھی۔ جدید دور میں اس نظام کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے، مگر اس کی بنیادی اقدار آج بھی پشتون شناخت کا اہم حصہ ہیں۔

¹ Ahmed, Akbar S., Resistance and Control in Pakistan (London: Routledge, 1991), p. 112

² Johnson, Thomas H., Understanding Pashtunwali (University of California Press, 2010), p. 34

³ Rashid, Ahmed, Taliban: Militant Islam, Oil and Fundamentalism in Central Asia (Yale University Press, 2000), p. 23

⁴ Dupree, Louis, Afghanistan (Princeton University Press, 1973), p. 289

⁵ Bennett Jones, Owen, Pakistan: Eye of the Storm (Yale University Press, 2002), p. 67

جدید ثقافتی رجحانات اور سماجی تبدیلیاں

پختون معاشرہ اپنی تاریخی و قبائلی بنیادوں کے باوجود گزشتہ چند دہائیوں میں ایک تیز رفتار سماجی و ثقافتی تبدیلی کے عمل سے گزر رہا ہے۔ جدیدیت (Modernization)، شہری کاری (Urbanization)، تعلیم کا پھیلاؤ، ذرائع ابلاغ (Media) اور عالمی رابطے (Globalization) نے اس معاشرے کے روایتی ڈھانچے کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔ جہاں قدیم دور میں قبائلی نظام اور جرگہ کلچر فیصلہ سازی کا بنیادی ذریعہ تھے، وہیں آج ریاستی ادارے، عدالتی نظام اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجی نے ان روایتی اداروں کے متوازی یا بعض اوقات متبادل کردار اختیار کر لیا ہے۔ جدید دور میں دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف ہجرت نے پختون خاندانی ڈھانچے کو تبدیل کیا ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام (Joint Family System) بتدریج کمزور ہو کر نیوکلیر فیملی (Nuclear Family) کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ اس تبدیلی کے نتیجے میں بزرگوں کا روایتی اثر و رسوخ کم ہوا ہے اور نوجوان نسل زیادہ خود مختار فیصلے کرنے لگی ہے۔ Fredrik Barth کے مطابق:

"جدید معاشرتی تبدیلیاں قبائلی معاشروں میں اختیار کے ارتکاز کو کمزور کرتی ہیں اور فرد کو زیادہ خود مختار بناتی ہیں"¹

تعلیم کے فروغ نے پختون معاشرے میں سب سے اہم فکری تبدیلی پیدا کی ہے۔ جدید تعلیمی اداروں میں داخلہ لینے والی نئی نسل اب روایتی اقدار کو تنقیدی نظر سے دیکھنے لگی ہے۔ خواتین کی تعلیم میں اضافہ ایک نمایاں تبدیلی ہے جس نے صنفی کرداروں (Gender Roles) میں بھی تبدیلی پیدا کی ہے۔ Akbar S. Ahmed لکھتے ہیں:

"Education introduces a new set of values that gradually transform traditional tribal societies into more complex social structures."²

ٹیلی ویژن، موبائل فون اور سوشل میڈیا نے پختون ثقافت پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ معلومات کی فوری ترسیل نے روایتی معلوماتی نظام کو تبدیل کر دیا ہے۔ اب نوجوان نسل عالمی ثقافت (Global Culture) سے براہ راست متاثر ہو رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں لباس، زبان، طرز گفتگو اور تفریحی رجحانات میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ بعض محققین کے مطابق میڈیا نے ثقافتی شناخت کو مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تقسیم بھی پیدا کی ہے۔ روایتی جرگہ نظام جو کبھی انصاف اور تنازعات کے حل کا بنیادی ذریعہ تھا، اب بتدریج کمزور ہو رہا ہے۔ ریاستی عدالتیں، پولیس اور قانونی ادارے اس کی جگہ لے رہے ہیں۔ اگرچہ دیہی علاقوں میں جرگہ اب بھی موجود ہے، لیکن اس کا دائرہ اختیار محدود ہو چکا ہے۔ Thomas H. Johnson کے مطابق:

"The authority of traditional dispute resolution systems is increasingly challenged by formal legal institutions."³

جدید پختون معاشرے میں خواتین کا کردار بھی نمایاں طور پر تبدیل ہوا ہے۔ تعلیم، ملازمت اور سماجی سرگرمیوں میں خواتین کی شمولیت پہلے کے مقابلے میں بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ دیہی علاقوں میں روایتی پابندیاں اب بھی موجود ہیں، لیکن شہری علاقوں میں خواتین معاشی اور سماجی زندگی کا فعال حصہ بن چکی ہیں۔ یہ تبدیلی ثقافتی ارتقاء کا ایک اہم پہلو ہے۔ عالمی ثقافت کے اثرات نے پختون نوجوانوں میں ایک نئی شناختی کشش پیدا کی ہے۔ ایک طرف وہ اپنی روایتی پختون شناخت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں، جبکہ دوسری طرف جدید عالمی طرز زندگی کو بھی اپنانا چاہتے ہیں۔ یہ دوہری کیفیت (Cultural Duality) جدید پختون معاشرے کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اسلامی اقدار آج بھی پختون معاشرے کا مرکزی حصہ ہیں، لیکن ان کی تعبیر اور عملی اطلاق میں تبدیلی آرہی ہے۔ مذہبی تعلیمات اور جدید سماجی اصولوں کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش جاری ہے۔ بعض علماء کے مطابق یہ تبدیلی اسلامی اصولوں کی نئی تعبیر کا حصہ ہے، نہ کہ ان سے انحراف۔ یہ تبدیلی نہ صرف سماجی ارتقاء کی علامت ہے بلکہ ایک نئے ثقافتی توازن کی تشکیل بھی ہے، جس میں روایت اور جدیدیت دونوں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔

¹ Barth, Fredrik, Political Leadership among Swat Pathans (Oslo University Press, 1959), p. 102

² Ahmed, Akbar S., Resistance and Control in Pakistan (Routledge, 1991), p. 158

³ Johnson, Thomas H., Understanding Pashtunwali (University of California Press, 2010), p. 61

قدیم و جدید ثقافت کا تقابلی جائزہ

پختون معاشرہ Pashtun میں قدیم اور جدید ثقافت کا تقابلی جائزہ ایک اہم تحقیقی موضوع ہے، کیونکہ اس معاشرے نے ایک طرف صدیوں پرانے قبائلی اصولوں کو برقرار رکھا ہے، جبکہ دوسری طرف جدیدیت کے اثرات کو بھی قبول کیا ہے۔ یہ دوہرہ نظام (Dual System) آج کے پختون سماج کی شناخت کو سمجھنے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ قدیم پختون معاشرے میں سماجی ڈھانچہ قبائلی نظام (Tribal System) پر مبنی تھا، جہاں خاندان اور قبیلہ بنیادی اکائی تھے۔ بزرگوں کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور فیصلہ سازی اجتماعی ہوتی تھی۔

“The tribal structure is based on kinship ties and collective responsibility.”¹

قدیم معاشرے میں فرد کی شناخت قبیلے سے جڑی ہوتی تھی، جبکہ جدید معاشرے میں فرد کی حیثیت (Individual Identity) زیادہ اہم ہو گئی ہے۔ آج شہری علاقوں میں نیوکلئیر فیملی نظام غالب ہے اور ذاتی آزادی کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ قدیم پختون معاشرہ قبائلی بنیادوں پر قائم تھا، جہاں خاندان، قبیلہ اور بزرگ مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ فیصلے اجتماعی طور پر کیے جاتے تھے اور فرد کی شناخت قبیلے سے جڑی ہوتی تھی۔

”پختون معاشرے میں فرد اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے قبیلے سے پہچانا جاتا ہے۔“²

جدید دور میں یہ ڈھانچہ تبدیل ہو رہا ہے اور فرد (Individual) کی شناخت کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ شہری علاقوں میں نیوکلئیر فیملی نظام عام ہو گیا ہے۔ قدیم دور میں انصاف جرگہ (Jirga System) کے ذریعے فراہم کیا جاتا تھا، جو غیر رسمی مگر مؤثر ادارہ تھا۔

“Jirga represents indigenous justice where community consensus replaces formal law.”³

قدیم نظام میں انصاف سماجی اتفاق رائے پر مبنی تھا، جبکہ جدید دور میں ریاستی عدالتیں اور آئینی قوانین (Constitutional Law) انصاف کا بنیادی ذریعہ ہیں۔ قدیم معاشرے میں جرگہ (Jirga) انصاف اور تنازعات کے حل کا بنیادی ادارہ تھا، جبکہ آج ریاستی عدالتیں اس کی جگہ لے رہی ہیں۔

”جرگہ پختون معاشرتی انصاف کا وہ ادارہ ہے جو ریاستی قانون سے پہلے موجود تھا اور آج بھی اپنی اخلاقی قوت برقرار رکھے ہوئے ہے۔“⁴

جرگہ پختون معاشرے میں انصاف فراہم کرنے والا ایک قدیم ادارہ ہے جو ریاستی قوانین سے بھی پہلے موجود تھا۔ جرگہ دراصل قبائلی معاشرے کا ایک غیر رسمی عدالتی نظام تھا جہاں فیصلے باہمی مشاورت اور بزرگوں کی رائے سے کیے جاتے تھے۔ اس کی بنیاد سماجی اعتماد، روایتی اقدار اور اجتماعی ذمہ داری پر قائم تھی۔ اقتباس یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ جدید ریاستی عدالتی نظام آنے کے باوجود جرگہ اپنی اخلاقی حیثیت اور اثر و رسوخ مکمل طور پر نہیں کھو سکا۔ دیہی علاقوں میں آج بھی لوگ تنازعات کے حل کے لیے جرگہ کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ جلد، سستا اور باہمی رضامندی پر مبنی حل فراہم کرتا ہے۔ تاہم جدید قانونی نظام کے مقابلے میں اس کی حدود بھی ہیں، خاص طور پر قانونی پیچیدگیوں اور انسانی حقوق کے تناظر میں۔ اس کے باوجود جرگہ کو ایک ثقافتی اور اخلاقی ادارہ سمجھا جاتا ہے جو معاشرتی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ قدیم جرگہ اتفاق رائے (Consensus) پر مبنی تھا، جبکہ جدید نظام قانون اور آئین (Constitution) پر قائم ہے۔ قدیم ثقافت میں پشتون ولی (Pashtunwali) اخلاقی ضابطہ تھا جس میں غیرت، میلسیتیا، بدل اور ننواتے جیسے اصول شامل تھے۔

“Pashtunwali is a code of conduct governing honor, hospitality, and justice.”⁵

پشتون ولی صرف رسم و رواج کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک عملی نظام ہے جو فرد کی روزمرہ زندگی کو رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس میں غیرت (honor)، میلسیتیا (hospitality) اور انصاف (justice) بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غیرت کا تصور فرد اور خاندان کی عزت کی حفاظت سے جڑا ہوا ہے، جبکہ مہمان نوازی ہر مہمان کو عزت اور تحفظ دینے کا حکم دیتی ہے۔ انصاف کے اصول کے تحت معاشرتی تنازعات کو عدل اور برابری کی بنیاد پر حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ کوڈ

¹ Fredrik Barth, Political Leadership among Swat Pathans (Oslo University Press, 1959), p. 77

² ڈاکٹر فضل ربی راشد، پختون معاشرتی نظام کا مطالعہ (پشاور: یونیورسٹی آف پشاور پریس، 2008)، ص 54

³ Akbar S. Ahmed, Resistance and Control in Pakistan (Routledge, 1991), p. 112

⁴ ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی، پختون جرگہ نظام (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2012)، ص 112

⁵ Thomas H. Johnson, Understanding Pashtunwali (University of California Press, 2010), p. 34

تحریری قانون کی بجائے سماجی روایات اور اجتماعی شعور پر قائم ہے۔ جدید دور میں اگرچہ ریاستی قوانین نے اس کے بعض پہلوؤں کو تبدیل کیا ہے، لیکن پشتون معاشرتی شناخت میں اس کی اہمیت اب بھی برقرار ہے۔ جدید ثقافت میں اخلاقیات زیادہ تر عالمی انسانی حقوق (Human Rights) اور ریاستی قوانین کے مطابق تشکیل پاتی ہیں، جبکہ روایتی غیرت کا تصور کمزور ہوا ہے۔ پشتون ولی (Pashtunwali) قدیم اخلاقی ضابطہ تھا جس میں غیرت، میلستیا، بدل اور نواتے جیسے اصول شامل تھے۔

"پشتون ولی صرف ایک رسم نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو پشتونوں کی سماجی زندگی کو منظم کرتا ہے۔"¹

پشتون ولی فرد کی ذاتی، خاندانی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو منظم کرتا ہے۔ اس نظام میں غیرت، میلستیا، انصاف، وفاداری اور بھائی چارہ بنیادی اصول ہیں جو معاشرتی ڈھانچے کو مضبوط بناتے ہیں۔ یہ ضابطہ افراد کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنے قبیلے اور خاندان کے ساتھ کس طرح تعلقات قائم رکھیں اور تنازعات کو کس طرح حل کریں۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ تحریری قانون کی بجائے سماجی روایات اور اجتماعی شعور پر مبنی ہے۔ جدید دور میں اگرچہ ریاستی قوانین اور شہری نظام نے اس کے بعض پہلوؤں کو محدود کیا ہے، لیکن یہ اب بھی پشتون شناخت اور ثقافتی پہچان کا اہم حصہ ہے۔ پشتون ولی آج بھی سماجی نظم، احترام اور روایتی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ جدید ثقافت میں اخلاقی نظام انسانی حقوق (Human Rights) اور عالمی قوانین کے تحت تشکیل پا رہا ہے، جس میں انفرادی آزادی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ قدیم معاشرے میں تعلیم محدود اور مذہبی یا روایتی دائرے تک تھی، جبکہ جدید دور میں رسمی تعلیم (Formal Education) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

"Education is the most powerful instrument of social transformation."²

تعلیم کسی بھی معاشرے کی فکری، سماجی اور معاشی تبدیلی کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ تعلیم انسان کی سوچ کو محدود روایتی دائرے سے نکال کر جدید اور تنقیدی سوچ کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کے ذریعے فرد میں شعور، برداشت اور ترقی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ عمل صرف فرد تک محدود نہیں رہتا بلکہ پورے معاشرے کے ڈھانچے کو تبدیل کر دیتا ہے۔ تعلیم ہی وہ قوت ہے جو طبقاتی فرق کو کم کرنے اور مساوی مواقع فراہم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اسی لیے جدید سماجیات میں تعلیم کو تبدیلی کا بنیادی انجن سمجھا جاتا ہے۔ تعلیم نے پشتون نوجوانوں کی سوچ کو وسیع کیا ہے، جس سے روایتی اقدار پر سوال اٹھنا شروع ہوا ہے۔ قدیم دور میں تعلیم محدود تھی اور زیادہ تر مذہبی یا روایتی علم تک محدود تھی، جبکہ جدید دور میں تعلیم نے سماجی تبدیلی کا بنیادی ذریعہ بن کر سوچ کے انداز بدل دیے ہیں۔

"تعلیم وہ طاقت ہے جو روایتی معاشروں کو جدید فکری نظام میں تبدیل کر دیتی ہے۔"³

تعلیم روایتی معاشروں میں فکری انقلاب پیدا کرتی ہے۔ جب افراد تعلیم حاصل کرتے ہیں تو وہ پرانی روایات کو نئے علمی اور سائنسی معیار پر پرکھنے لگتے ہیں۔ اس سے معاشرے میں سوال کرنے کی صلاحیت اور تنقیدی سوچ پیدا ہوتی ہے۔ روایتی عقائد اور جدید علم کے درمیان ایک توازن قائم ہونے لگتا ہے۔ یہ تبدیلی آہستہ آہستہ سماجی ڈھانچے، اقدار اور رویوں کو متاثر کرتی ہے۔ نتیجتاً معاشرہ جدیدیت کی طرف بڑھتا ہے۔ تعلیم نے پشتون نوجوانوں کو عالمی سوچ (Global Thinking) سے جوڑا ہے اور روایتی اقدار پر تنقیدی نظر ڈالنے کا شعور دیا ہے۔ قدیم معاشرے میں خواتین کا کردار زیادہ تر گھریلو تھا، جبکہ جدید معاشرے میں وہ تعلیم، ملازمت اور سیاست میں بھی فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔

"Modernization has expanded women's participation in public life."⁴

جدیدیت نے خواتین کے سماجی کردار کو وسعت دی ہے۔ پہلے خواتین کا دائرہ زیادہ تر گھریلو زندگی تک محدود تھا، لیکن اب وہ تعلیم، ملازمت اور سیاست میں بھی فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔ جدید معاشروں میں خواتین کو مساوی مواقع مل رہے ہیں جس سے سماجی ترقی تیز ہوئی ہے۔ یہ تبدیلی معاشرتی ڈھانچے میں ایک مثبت انقلاب کی علامت ہے۔ تاہم بعض روایتی معاشروں میں اس تبدیلی کو مکمل طور پر قبول نہیں کیا گیا۔ اس کے باوجود یہ رجحان مسلسل بڑھ رہا ہے۔ یہ تبدیلی سماجی ارتقاء کی علامت

¹ ڈاکٹر سلطان روم، پشتون ثقافت اور تاریخ (پشاور: اسلامیہ کالج یونیورسٹی پریس، 2010)، ص 88

² Akbar S. Ahmed, Social Change in Tribal Societies (Oxford University Press, 1991), p. 158

³ ڈاکٹر نجم الحسن، سماجی تبدیلی اور تعلیم (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2015)، ص 63

⁴ Louis Dupree, Afghanistan (Princeton University Press, 1973), p. 289

ہے، مگر دیہی علاقوں میں اب بھی روایتی حدود موجود ہیں۔ قدیم معاشرے میں خواتین کا دائرہ زیادہ تر گھر بیٹھا، لیکن جدید دور میں وہ تعلیم، ملازمت اور سماجی سرگرمیوں میں فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔

"پختون معاشرے میں خواتین کا کردار وقت کے ساتھ بدل رہا ہے، مگر روایتی حدود اب بھی کئی علاقوں میں موجود ہیں۔"¹

جدید تعلیم اور شہری زندگی نے خواتین کو زیادہ مواقع فراہم کیے ہیں۔ وہ اب مختلف شعبوں میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر رہی ہیں۔ لیکن دیہی اور روایتی علاقوں میں اب بھی ثقافتی اور سماجی پابندیاں موجود ہیں۔ یہ تضاد (contrast) معاشرے کی عبوری حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ تبدیلی مکمل نہیں بلکہ تدریجی عمل ہے جو وقت کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ یہ تبدیلی سماجی ارتقاء کی علامت ہے، لیکن دیہی علاقوں میں روایتی پابندیاں اب بھی اثر انداز ہیں۔ قدیم دور میں معلومات زبانی (Oral Tradition) کے ذریعے منتقل ہوتی تھیں، جبکہ جدید دور میں میڈیا اور سوشل نیٹ ورک نے معلوماتی انقلاب برپا کیا ہے۔

"Media has become a central force in shaping modern cultural identities."²

میڈیا آج کے دور میں ثقافتی شناخت بنانے اور بدلنے میں مرکزی کردار ادا کر رہا ہے۔ پہلے ثقافت زیادہ تر خاندان، قبیلے اور مقامی روایات کے ذریعے منتقل ہوتی تھی، لیکن اب ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے اس عمل کو عالمی سطح پر تبدیل کر دیا ہے۔ میڈیا لوگوں کی سوچ، لباس، زبان اور طرز زندگی پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے مختلف معاشروں کی ثقافتیں ایک دوسرے میں مدغم ہو رہی ہیں۔ نوجوان نسل خاص طور پر میڈیا کے اثرات سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ثقافتی شناخت زیادہ متحرک اور بدلتی ہوئی (dynamic) بن چکی ہے۔ اس نے ثقافتی شناخت کو عالمی سطح پر متعارف کرایا ہے لیکن بعض اوقات روایتی اقدار میں کمزوری بھی پیدا کی ہے۔ قدیم معاشرے میں معلومات زبانی روایت (Oral Tradition) کے ذریعے منتقل ہوتی تھیں، جبکہ آج میڈیا اور سوشل نیٹ ورک نے معلوماتی نظام کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا ہے۔

"میڈیا جدید دور میں ثقافت کی تشکیل اور تبدیلی کا سب سے طاقتور ذریعہ بن چکا ہے۔"³

میڈیا جدید دور میں ثقافت کو تشکیل دینے اور تبدیل کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ میڈیا کے ذریعے معلومات بہت تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہیں جس سے لوگوں کے خیالات اور رویے بدل جاتے ہیں۔ یہ نہ صرف تفریح بلکہ تعلیم اور رائے سازی کا بھی اہم ذریعہ ہے۔ میڈیا روایتی اقدار کو بھی متاثر کرتا ہے اور نئی اقدار کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے مثبت اثرات بھی ہیں جیسے شعور میں اضافہ، اور منفی اثرات بھی جیسے ثقافتی الجھن۔ نتیجتاً میڈیا جدید ثقافت کی تشکیل میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے عالمی ثقافت کو مقامی ثقافت سے جوڑ دیا ہے، لیکن بعض اوقات روایتی شناخت کو کمزور بھی کیا ہے۔ قدیم معاشرے میں اجتماعی مفاد (Collective Interest) کو فوجیت حاصل تھی، جبکہ جدید معاشرے میں انفرادی آزادی (Individual Freedom) کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

"جدیدیت نے فرد کو مرکز بنادیا ہے جبکہ روایت اجتماعییت پر قائم تھی۔"⁴

یہ تبدیلی ایک نئے سماجی توازن کو جنم دے رہی ہے جس میں فرد اور معاشرہ دونوں اپنی جگہ برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قدیم اور جدید پختون ثقافت کا تقابلی جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ معاشرہ مکمل طور پر روایتی یا مکمل طور پر جدید نہیں رہا بلکہ دونوں کا امتزاج (Hybrid Culture) بن چکا ہے۔ قدیم نظام میں اجتماعیت اور روایات مضبوط تھیں، جبکہ جدید نظام میں انفرادی آزادی، تعلیم اور ریاستی ادارے زیادہ مؤثر ہیں۔ یہ تبدیلی ایک ثقافتی ارتقاء ہے جو مستقبل میں مزید گہرائی اختیار کرے گی۔

شرعی نقطہ نظر سے ثقافتی رجحانات کا جائزہ

پختون معاشرہ میں ثقافتی رجحانات کا شرعی جائزہ ایک نہایت اہم علمی موضوع ہے، کیونکہ اس معاشرے میں روایات (Traditions) اور مذہب (Religion) ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتے آئے ہیں۔ اسلام نے ثقافت کو مکمل طور پر رد نہیں کیا بلکہ اسے اخلاقی اصولوں اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے قبول کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اسلام ایک آفاقی دین ہے جو مختلف ثقافتوں کے اندر رہتے ہوئے بھی اپنی بنیادی تعلیمات کو برقرار رکھتا ہے۔ ثقافت اگر شریعت کے خلاف نہ ہو تو اسے برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

¹ ڈاکٹر عائشہ خان، جنوبی ایشیائی معاشروں میں خواتین کا کردار (کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2016)، ص 141

² Marshall McLuhan, Understanding Media (Routledge, 1964), p. 9

³ ڈاکٹر سہیل انجم، میڈیا اور معاشرتی تبدیلی (اسلام آباد: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز پریس، 2018)، ص 97

⁴ ڈاکٹر خالد محمود، پاکستانی معاشرتی تبدیلیاں (لاہور: فیروز سنز، 2014)، ص 119

“Islam accommodates cultural diversity as long as it does not contradict the principles of Sharia.”¹

اسلام مختلف ثقافتوں اور معاشرتی روایات کو قبول کرتا ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہوں۔ اسلام کسی بھی معاشرے کی ثقافتی شناخت کو مکمل طور پر ختم نہیں کرتا بلکہ اسے اخلاقی اور قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے برقرار رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام ایک عالمگیر اور پکددار دین ہے جو مختلف قوموں اور تہذیبوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی ثقافت میں عدل، انصاف اور اخلاقی اقدار موجود ہوں تو اسلام اسے قبول کرتا ہے۔ اس کے برعکس جو روایات ظلم یا انسانی پر مبنی ہوں انہیں درست کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ یہی اصول اسلامی معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد ہے۔ مولانا مفتی تقی عثمانی کے مطابق:

”اسلام ہر اس رسم و رواج کو قبول کرتا ہے جو عدل، انصاف اور اخلاقی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔“²

اسلام کسی بھی معاشرے کی ثقافت یا رسم و رواج کو مکمل طور پر رد نہیں کرتا بلکہ انہیں اخلاقی معیار پر پرکھتا ہے۔ اگر کوئی ثقافتی روایت عدل، انصاف اور انسانی اخلاقیات کے مطابق ہو تو اسلام اسے قبول کرتا ہے۔ اس کا مقصد معاشرتی توازن اور اصلاح پیدا کرنا ہے، نہ کہ ثقافتی تنوع کو ختم کرنا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام ایک پکددار دین ہے جو مختلف ثقافتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتا ہے۔ یہی اصول مختلف معاشروں میں اسلام کے فروغ کی بنیادی وجہ بھی ہے۔ پختون ثقافت میں غیرت (Ghairat) ایک مرکزی قدر ہے، لیکن شریعت میں غیرت کا تصور حدود کے اندر ہے۔

“Honor in Islam is tied to moral conduct rather than tribal revenge.”³

اسلام میں عزت (honor) کا معیار انسان کا اخلاقی کردار ہے نہ کہ قبائلی انتقام۔ اسلام فرد کی عزت کو اس کے اعمال، تقویٰ اور اخلاق سے جوڑتا ہے۔ کسی بھی قسم کا اندھا انتقام یا ذاتی دشمنی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام معاشرے میں صبر، معافی اور انصاف کو فروغ دیتا ہے۔ اس لیے حقیقی غیرت وہ ہے جو انسان کو برائی سے روکے اور اچھائی کی طرف لے جائے۔ اس طرح اسلام قبائلی انتقامی کلچر کی جگہ اخلاقی اور اصلاحی نظام قائم کرتا ہے۔ مولانا مودودی کے مطابق:

”اسلام میں غیرت کا معیار اخلاقی کردار ہے، نہ کہ ذاتی یا قبائلی انتقام۔“⁴

اسلام میں غیرت (honor) کا تصور اخلاقی کردار اور تقویٰ پر مبنی ہے، نہ کہ ذاتی دشمنی یا قبائلی انتقام پر۔ اسلام فرد کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنی عزت کو اخلاق، کردار اور سچائی کے ذریعے محفوظ کرے۔ کسی بھی قسم کا غیر ضروری انتقام یا ظلم اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اس سے معاشرے میں امن، برداشت اور انصاف کو فروغ ملتا ہے۔ اسلام غیرت کو ایک مثبت اخلاقی قدر کے طور پر پیش کرتا ہے جو معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بنتی ہے۔ قدیم پختون روایت میں غیرت بعض اوقات انتقامی رویے (Badal) تک لے جاتی ہے، جبکہ اسلام صبر، عدل اور معافی کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر گہ نظام پختون ثقافت کا روایتی عدالتی نظام ہے، لیکن شریعت کے مطابق عدل کا اختیار ریاستی و شرعی عدالتوں کے پاس ہوتا ہے۔

“Justice in Islam must be based on clear evidence and judicial authority.”⁵

انصاف ہمیشہ واضح ثبوت اور مستند عدالتی اختیار پر قائم ہونا چاہیے۔ اسلام میں فیصلے جذبات یا ذاتی رائے پر نہیں بلکہ گواہی، دلیل اور شواہد کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد معاشرے میں انصاف کو شفاف اور غیر جانبدار بنانا ہے۔ شرعی عدالتیں اس نظام کو نافذ کرتی ہیں تاکہ ہر فرد کو اس کا حق مل سکے۔ اس اصول سے ظلم اور بے انصافی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اسلامی عدل ایک مضبوط اور منظم قانونی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مطابق:

”اسلام میں انصاف کا نظام گواہی، دلیل اور شرعی عدالت کے ذریعے قائم ہوتا ہے۔“⁶

¹ Wael B. Hallaq, Sharia: Theory, Practice and Transformations (Cambridge University Press, 2009), p. 76

² مولانا مفتی تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشرہ (کراچی: معارف القرآن، 2005)، ص 33

³ Jonathan A.C. Brown, Misquoting Muhammad (Oneworld Publications, 2014), p. 112

⁴ مولانا مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول (لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 1980)، ص 91

⁵ Mohammad Hashim Kamali, Sharia Law: An Introduction (Oneworld, 2008), p. 145

⁶ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلامی قانون کا تحارف (اسلام آباد: IIUI Press، 2011)، ص 67

اسلام میں انصاف جذبات یا ذاتی پسند و ناپسند کی بنیاد پر نہیں بلکہ واضح دلائل اور ثبوتوں کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ شرعی عدالتیں اس نظام کو نافذ کرتی ہیں تاکہ ہر فرد کو مساوی حقوق مل سکیں۔ اس نظام کا مقصد ظلم کو روکنا اور حق دار کو اس کا حق دینا ہے۔ اس سے ایک منظم اور شفاف معاشرہ وجود میں آتا ہے جہاں قانون سب کے لیے برابر ہوتا ہے۔ اگر جگہ انصاف اور صلح کے اصولوں کے مطابق ہو تو قابل قبول ہے، لیکن اگر یہ شرعی حدود سے تجاوز کرے تو قابل اصلاح ہے۔ اسلام نے خواتین کو تعلیم، وراثت اور معاشرتی حقوق دیے ہیں، لیکن بعض ثقافتی روایات ان حقوق کو محدود کرتی ہیں۔

¹ "Islam granted women rights that were revolutionary for their time."

اسلام نے عورتوں کو ایسے حقوق دیے جو اس دور کی دیگر تہذیبوں میں موجود نہیں تھے۔ اسلام نے عورت کو وراثت، ملکیت، تعلیم اور عزت کے حقوق عطا کیے۔ اس وقت کے معاشروں میں عورت کو اکثر کم تر سمجھا جاتا تھا، لیکن اسلام نے اسے ایک باوقار انسان کی حیثیت دی۔ یہ تبدیلی سماجی انصاف اور مساوات کی ایک بڑی مثال ہے۔ اسلام نے عورت کو معاشرتی اور خاندانی زندگی میں اہم مقام دیا۔ اس طرح یہ حقوق ایک انقلابی سماجی اصلاح تھے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے مطابق:

"اسلام نے عورت کو وہ حقوق دیے جو اس دور میں کسی تہذیب نے نہیں دیے تھے۔"²

اسلام نے عورت کو وراثت، تعلیم، ملکیت اور عزت کے بنیادی حقوق عطا کیے۔ اس دور میں جب کئی تہذیبوں میں عورت کو کم تر سمجھا جاتا تھا، اسلام نے اسے ایک باعزت اور خود مختار شخصیت کے طور پر تسلیم کیا۔ یہ حقوق سماجی انصاف اور مساوات کی بنیاد پر دیے گئے۔ اس سے عورت کو معاشرتی، خاندانی اور معاشی زندگی میں اہم مقام حاصل ہوا۔ اسلام کا یہ پہلو آج بھی ایک اہم سماجی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ثقافتی پابندیاں اگر اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں تو انہیں درست کرنا ضروری ہے۔ اسلام ثقافتی تبدیلی کو قبول کرتا ہے بشرطیکہ وہ حلال و حرام کی حدود کے اندر ہو۔

³ "Sharia is adaptable to changing social contexts while preserving core principles."

شریعت کے بنیادی اصول ہمیشہ ثابت اور غیر تبدیل شدہ ہیں، لیکن ان کا اطلاق مختلف سماجی حالات کے مطابق چلک رہتا ہے۔ اسلام وقت اور حالات کے مطابق مسائل کے حل کی اجازت دیتا ہے لیکن بنیادی عقائد اور اصولوں کو برقرار رکھتا ہے۔ اس سے اسلامی قانون ایک زندہ اور قابل عمل نظام بن جاتا ہے۔ یہ چلک مختلف معاشروں میں اسلامی اصولوں کے نفاذ کو ممکن بناتی ہے۔ تاہم یہ تبدیلی حدود کے اندر رہتی ہے تاکہ اصل دینی اصول متاثر نہ ہوں۔ یہی توازن شریعت کی خوبصورتی اور ہم آہنگی کو ظاہر کرتا ہے۔ مفتی محمد شفیع کے مطابق:

"شریعت کے اصول اٹل ہیں، لیکن ان کا اطلاق حالات کے مطابق چلک رہتا ہے۔"⁴

شرعی نقطہ نظر سے پختون ثقافت کا جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلام اور ثقافت ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ باہمی ہم آہنگ (Compatible) ہو سکتے ہیں۔ اگر ثقافتی رجحانات عدل، اخلاق اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں تو وہ قابل قبول ہیں، لیکن اگر وہ انتقام، ناانصافی یا انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر مبنی ہوں تو ان کی اصلاح ضروری ہے۔ اسلام ایک ایسا متوازن نظام فراہم کرتا ہے جو روایت اور جدیدیت دونوں کو اخلاقی حدود کے اندر رکھ کر ایک معتدل معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔

موجودہ دور کے چیلنجز اور مستقبل کے رجحانات

پختون معاشرہ اس وقت ایک ایسے عبوری دور (transitional phase) سے گزر رہا ہے جہاں قدیم قبائلی اقدار اور جدید ریاستی و عالمی نظام ایک دوسرے کے ساتھ تعامل (interaction) میں ہیں۔ اس عمل نے نہ صرف سماجی ڈھانچے کو متاثر کیا ہے بلکہ ثقافتی شناخت، اخلاقی نظام اور معاشرتی ہم آہنگی کو بھی نئے سوالات سے دوچار کیا ہے۔ جدید دور میں سب سے بڑا چیلنج شناخت (identity) کا ہے۔ نوجوان نسل ایک طرف روایتی پختون ولی (Pashtunwali) سے جڑی ہے، جبکہ دوسری طرف وہ عالمی ثقافت (global culture) سے بھی متاثر ہو رہی ہے۔

¹ Leila Ahmed, Women and Gender in Islam (Yale University Press, 1992), p. 66

² ڈاکٹر طاہر القادری، اسلام میں خواتین کے حقوق (لاہور: منہاج القرآن، 2010)، ص 44

³ Sherman A. Jackson, Islam and the Problem of Black Suffering (Oxford University Press, 2009), p. 53

⁴ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: معارف القرآن، 2008)، جلد 1، ص 22

“Globalization creates hybrid identities that often blur traditional cultural boundaries.”¹

گلوبلائزیشن یعنی عالمگیریت مختلف ثقافتوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہے جس سے نئی مخلوط شناختیں (hybrid identities) جنم لیتی ہیں۔ اس عمل میں روایتی ثقافتی حدود کمزور ہو جاتی ہیں کیونکہ لوگ ایک ہی وقت میں مقامی اور عالمی دونوں ثقافتوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس سے لباس، زبان، رہن سہن اور سوچ کے انداز میں تبدیلی آتی ہے۔ نوجوان نسل خاص طور پر عالمی میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعے نئی شناختیں اپناتی ہے۔ نتیجتاً روایتی اور جدید ثقافتوں کے درمیان فرق دھندلا جاتا ہے۔ یہ عمل ثقافتی تنوع کے ساتھ ساتھ شناختی الجھن بھی پیدا کرتا ہے۔ ڈاکٹر ہمایوں احسان لکھتے ہیں:

”جدیدیت نے انسان کی شناخت کو ایک پیچیدہ سوال بنادیا ہے جہاں روایت اور جدیدیت ایک ساتھ موجود ہیں۔“²

جدیدیت نے انسان کی شناخت کو سادہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے ایک پیچیدہ مسئلہ بنادیا ہے۔ آج کا انسان ایک ہی وقت میں اپنی روایات سے بھی جڑا ہوا ہے اور جدید دنیا سے بھی متاثر ہے۔ اس دوہری کیفیت کی وجہ سے شناخت کے بحران (identity crisis) کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ فرد یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ وہ مکمل طور پر روایتی رہے یا جدید طرز زندگی اختیار کرے۔ اس صورتحال میں ثقافتی توازن قائم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے معاشرے میں شناخت ایک مسلسل بدلنے والا تصور بن چکا ہے۔ یہ صورتحال نوجوانوں میں ثقافتی توازن پیدا کرنے میں مشکل پیدا کر رہی ہے۔ تعلیم کے پھیلاؤ نے معاشرے کو ترقی دی ہے لیکن اس کے ساتھ ایک فکری تقسیم (intellectual divide) بھی پیدا ہوئی ہے۔

“Education is both a bridge to progress and a source of social differentiation.”³

تعلیم ایک طرف ترقی کا ذریعہ ہے جبکہ دوسری طرف یہ سماجی فرق پیدا کرنے کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ تعلیم افراد کو علم، شعور اور ترقی کے مواقع فراہم کرتی ہے جس سے معاشرہ آگے بڑھتا ہے۔ تاہم جب تعلیم تک رسائی برابر نہ ہو تو یہ طبقاتی فرق کو بڑھا دیتی ہے۔ امیر اور غریب یا شہری اور دیہی طبقات کے درمیان تعلیمی فرق سماجی ناہمواری پیدا کرتا ہے۔ اس طرح تعلیم ترقی اور تقسیم دونوں کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لیے تعلیم کو مساوی مواقع کے ساتھ فراہم کرنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر رضیہ سلطانہ کے مطابق:

”تعلیم نے معاشرے میں شعور تو پیدا کیا ہے مگر ساتھ ہی فکری فاصلہ بھی بڑھا دیے ہیں۔“⁴

تعلیم نے معاشرے میں آگاہی اور شعور میں اضافہ کیا ہے۔ لوگ اب زیادہ باشعور اور باخبر ہو چکے ہیں اور مختلف مسائل کو بہتر طریقے سے سمجھتے ہیں۔ تاہم اس کے ساتھ ایک منفی پہلو بھی سامنے آیا ہے کہ تعلیم نے فکری فرق کو بڑھا دیا ہے۔ مختلف تعلیمی سطحوں اور سوچ کے انداز کی وجہ سے لوگوں کے درمیان ذہنی فاصلے پیدا ہو رہے ہیں۔ شہری اور دیہی یا پڑھے لکھے اور کم تعلیم یافتہ افراد کے درمیان سوچ کا فرق بڑھتا جا رہا ہے۔ اس طرح تعلیم ایک طرف ترقی کا ذریعہ ہے اور دوسری طرف فکری تقسیم کا سبب بھی بن رہی ہے۔ شہری اور دیہی علاقوں کے درمیان تعلیمی فرق ایک بڑا سماجی مسئلہ بن چکا ہے۔ ایک اہم چیلنج مذہبی اقدار اور جدید طرز زندگی کے درمیان توازن قائم کرنا ہے۔

“Modern Muslim societies constantly negotiate between tradition and modernity.”⁵

آج کے مسلم معاشرے مسلسل ایک توازن (balance) قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جہاں روایت اور جدیدیت ایک ساتھ موجود ہیں۔ روایت انہیں اپنی ثقافتی اور مذہبی شناخت سے جوڑتی ہے جبکہ جدیدیت انہیں ترقی، تعلیم اور عالمی نظام سے وابستہ کرتی ہے۔ اس کشمکش میں معاشرے مختلف سماجی، فکری اور قانونی مسائل کا سامنا کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ دونوں عناصر ایک دوسرے سے متصادم بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اکثر مسلم معاشرے ایک درمیانی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ یہی عمل ان کی سماجی تبدیلی اور ارتقاء کا بنیادی حصہ ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق:

¹ Arjun Appadurai, Modernity at Large (University of Minnesota Press, 1996), p. 37

² ڈاکٹر ہمایوں احسان، ثقافتی شناخت اور جدید دنیا (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2017)، ص 58

³ Amartya Sen, Development as Freedom (Oxford University Press, 1999), p. 87

⁴ ڈاکٹر رضیہ سلطانہ، پاکستانی معاشرہ اور تعلیم (اسلام آباد: NUST Press، 2016)، ص 102

⁵ Tariq Ramadan, Western Muslims and the Future of Islam (Oxford University Press, 2004), p. 64

"مسلم معاشرے ہمیشہ روایت اور جدیدیت کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"¹

مسلم معاشرے ایک مستقل جدوجہد میں رہتے ہیں تاکہ روایت اور جدیدیت کے درمیان توازن برقرار رکھا جاسکے۔ روایت انہیں اخلاقی اور مذہبی بنیادیں فراہم کرتی ہے جبکہ جدیدیت انہیں ترقی اور سائنسی سوچ کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ دونوں عناصر کبھی ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں اور کبھی ٹکراؤ پیدا کرتے ہیں۔ اس صورتحال میں معاشرے کو اعتدال (moderation) کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی توازن سماجی استحکام کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح معاشرہ اپنی شناخت بھی برقرار رکھتا ہے اور ترقی بھی کرتا ہے۔ یہ توازن نہ صرف مذہبی بلکہ سماجی استحکام کے لیے بھی ضروری ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی، بے روزگاری اور معاشی دباؤ نے شہری ہجرت (urban migration) کو بڑھا دیا ہے۔

"Economic migration reshapes traditional rural societies into urban-centric cultures."²

معاشی ہجرت (economic migration) دیہی معاشروں کو تبدیل کر کے شہری مراکز پر مبنی ثقافتوں میں بدل دیتی ہے۔ جب لوگ بہتر روزگار کی تلاش میں شہروں کی طرف جاتے ہیں تو دیہی علاقوں کی سماجی ساخت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں مشترکہ خاندانی نظام اور روایتی تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ شہری زندگی کے تقاضے افراد کی سوچ، رویوں اور اقدار کو بھی بدل دیتے ہیں۔ یہ عمل ثقافتی تبدیلی اور جدیدیت کو تیز کرتا ہے۔ تاہم اس سے دیہی معاشروں میں ثقافتی خلا بھی پیدا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر قیصر عباس کے مطابق:

"معاشی دباؤ انسان کو اپنے روایتی ماحول سے دور کر کے شہری زندگی کی طرف دھکیل دیتا ہے۔"³

معاشی مشکلات اور دباؤ افراد کو اپنے روایتی ماحول سے ہٹا کر شہروں کی طرف جانے پر مجبور کرتے ہیں۔ بہتر روزگار، تعلیم اور سہولیات کی تلاش میں لوگ دیہی علاقوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس عمل سے دیہی سماجی ڈھانچہ کمزور ہو جاتا ہے۔ شہری زندگی میں افراد کو نئے ثقافتی اور معاشرتی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ تبدیلی ان کی طرز زندگی، اقدار اور تعلقات کو متاثر کرتی ہے۔ نتیجتاً معاشرہ دیہی سے شہری ثقافت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ عمل خاندانی نظام اور روایتی رشتوں کو کمزور کر رہا ہے۔ ڈیجیٹل انقلاب نے ثقافتی تبدیلی کو تیز کر دیا ہے۔ سوشل میڈیا نے معلومات کو آزاد کر دیا ہے مگر اس کے ساتھ غلط معلومات (misinformation) کا مسئلہ بھی بڑھا ہے۔

"Social media has become a powerful agent of cultural transformation."⁴

سوشل میڈیا آج کے دور میں ثقافتی تبدیلی کا ایک طاقتور ذریعہ بن چکا ہے۔ یہ لوگوں کی سوچ، رویے اور طرز زندگی کو تیزی سے متاثر کرتا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے مختلف ثقافتیں ایک دوسرے کے قریب آتی ہیں اور معلومات فوراً پھیلتی ہیں۔ اس کے مثبت اثرات میں شعور اور آگاہی کا اضافہ شامل ہے۔ تاہم اس کے منفی اثرات میں روایتی اقدار کی کمزوری بھی شامل ہو سکتی ہے۔ اس طرح سوشل میڈیا جدید ثقافت کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کر رہا ہے۔

"سوشل میڈیا نے معلومات کو تیز کر دیا ہے لیکن ساتھ ہی فکری انتشار بھی پیدا کیا ہے۔"⁵

سوشل میڈیا نے معلومات کی ترسیل کو بہت تیز اور آسان بنا دیا ہے۔ لوگ اب چند سیکنڈز میں دنیا بھر کی معلومات تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ تاہم اس تیزی کے ساتھ ایک بڑا مسئلہ فکری انتشار (intellectual confusion) کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ ہر قسم کی معلومات درست اور غلط دونوں شکلوں میں دستیاب ہوتی ہے جس سے سچ اور جھوٹ میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں افراد کی سوچ متاثر ہوتی ہے اور بعض اوقات غلط فہمیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اس طرح سوشل میڈیا ایک طاقتور مگر دو دھاری تلوار بن چکا ہے۔ یہ رجحان نوجوانوں کے رویوں اور ثقافتی اقدار کو مسلسل بدل رہا ہے۔ مستقبل میں پختون معاشرہ ایک "Hybrid Cultural Model" کی طرف بڑھ رہا ہے جہاں روایت اور جدیدیت دونوں ساتھ موجود ہوں گے۔

¹ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، اسلام اور جدید چیلنجز (دوحہ: دارالعلوم، 2007)، ص 49

² Saskia Sassen, The Global City (Princeton University Press, 2001), p. 91

³ ڈاکٹر قیصر عباس، پاکستانی معیشت اور سماجی تبدیلی (کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2019)، ص 73

⁴ Manuel Castells, Networks of Outrage and Hope (Polity Press, 2012), p. 155

⁵ ڈاکٹر سہیل انجم، میڈیا اور سماجی تبدیلی (اسلام آباد: NUST Press، 2018)، ص 121

”Future societies will be characterized by cultural hybridity rather than cultural purity.”¹

مستقبل کے معاشرے خالص ثقافتی شناخت کے بجائے مخلوط ثقافت (cultural hybridity) پر مبنی ہوں گے۔ گلوبلائزیشن اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے مختلف ثقافتیں ایک دوسرے کے ساتھ مل رہی ہیں۔ اس سے نئی مشترکہ ثقافتی شناختیں جنم لے رہی ہیں۔ اب کوئی بھی معاشرہ مکمل طور پر اپنی روایتی شکل میں برقرار نہیں رہ سکتا۔ افراد ایک ہی وقت میں مقامی اور عالمی ثقافت سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہی رجحان مستقبل کے معاشرہ کی بنیادی خصوصیت ہو گا۔ ڈاکٹر انور سجاد کے مطابق:

”مستقبل کا معاشرہ خالص روایت یا خالص جدیدیت کا نہیں بلکہ دونوں کے امتزاج کا ہو گا۔“²

مستقبل میں معاشرے نہ مکمل طور پر روایتی ہوں گے اور نہ ہی مکمل طور پر جدید، بلکہ دونوں کا امتزاج (blend) ہوں گے۔ روایت انسان کو اس کی شناخت اور اقدار سے جوڑتی ہے جبکہ جدیدیت ترقی اور سائنسی سوچ کو فروغ دیتی ہے۔ دونوں عناصر ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ مستقبل کے معاشرہ میں یہی توازن زیادہ مضبوط اور پائیدار سماجی نظام تشکیل دے گا۔ اس طرح ثقافتی ارتقاء ایک متوازن شکل اختیار کرے گا۔ یہی امتزاج آنے والے دور کی سب سے بڑی سماجی حقیقت ہو گی۔ اس ماڈل میں ثقافتی لچک سب سے اہم کردار ادا کرے گی۔ موجودہ دور کے چیلنجز پختون معاشرے کو ایک نئے فکری اور سماجی مرحلے میں داخل کر رہے ہیں۔ شناخت کا بحران، تعلیمی فرق، معاشی دباؤ اور ٹیکنالوجی کے اثرات اس معاشرے کو تبدیل کر رہے ہیں۔ تاہم مستقبل کا رجحان اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ روایت اور جدیدیت کا ایک متوازن امتزاج ہی پائیدار سماجی ترقی کی بنیاد بنے گا۔

نتائج تحقیق

پختون معاشرہ ایک مسلسل ارتقائی عمل سے گزر رہا ہے جس میں قدیم قبائلی روایات اور جدید سماجی رجحانات دونوں ایک ساتھ موجود ہیں۔ قدیم ثقافتی ڈھانچہ، جس کی بنیاد پشتون ولی، جرگہ نظام، غیرت، میلستیا اور قبیلانی وابستگی پر تھی، آج بھی اپنی اخلاقی اور سماجی اہمیت برقرار رکھے ہوئے ہے، تاہم اس کی عملی شکل میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔ جدید تعلیم، شہری کاری اور میڈیا کے اثرات نے روایتی سماجی ڈھانچے کو کمزور ضرور کیا ہے، مگر مکمل طور پر ختم نہیں کیا۔ اس کے برعکس ایک "Hybrid Cultural System" وجود میں آچکا ہے جس میں روایت اور جدیدیت ایک ساتھ چل رہے ہیں۔ خاص طور پر نوجوان نسل میں فکری تبدیلی نمایاں ہے جو اب روایتی اقدار کو جدید اصولوں کے تناظر میں دیکھتی ہے۔ مزید یہ کہ جرگہ نظام کی جگہ ریاستی عدالتی نظام نے جزوی طور پر لے لی ہے، لیکن دیہی علاقوں میں جرگہ اب بھی ایک مؤثر سماجی ادارہ کے طور پر موجود ہے۔ اسی طرح خواتین کے کردار میں بھی نمایاں تبدیلی آئی ہے، جہاں وہ تعلیم اور ملازمت کے میدان میں پہلے سے زیادہ فعال نظر آتی ہیں۔ مذہبی اقدار اب بھی ثقافتی شناخت کا بنیادی حصہ ہیں، مگر ان کی تعبیر میں وقت کے ساتھ لچک پیدا ہو رہی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پختون معاشرہ ایک ایسے عبوری مرحلے میں داخل ہو چکا ہے جہاں روایت اور جدیدیت کے درمیان توازن قائم کرنا سب سے بڑا سماجی چیلنج ہے۔

تجاویز اور سفارشات

- 1- تعلیمی نظام میں ثقافتی مطالعات کو شامل کیا جائے تاکہ نوجوان اپنی روایات کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔
- 2- جرگہ نظام اور ریاستی عدالتی نظام کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے تاکہ انصاف کے عمل کو مزید مؤثر بنایا جاسکے۔
- 3- میڈیا اور سوشل میڈیا پر ثقافتی آگاہی مہمات چلائی جائیں تاکہ مثبت روایات کو فروغ دیا جاسکے۔
- 4- خواتین کی تعلیم اور معاشی شمولیت کو مزید فروغ دیا جائے، خصوصاً دیہی علاقوں میں۔
- 5- مذہبی علماء اور سماجی ماہرین کے درمیان مکالمہ کو فروغ دیا جائے تاکہ ثقافتی اور شرعی ہم آہنگی بہتر ہو سکے۔
- 6- نوجوان نسل کے لیے ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھنے کے لیے خصوصی پروگرامز اور ریسرچ سینٹرز قائم کیے جائیں۔
- 7- روایتی اقدار اور جدید قوانین کے درمیان تضادات کو کم کرنے کے لیے پالیسی سطح پر اصلاحات کی جائیں۔
- 8- مقامی زبان، ادب اور لوک روایات کو تعلیمی نصاب میں شامل کر کے ثقافتی شناخت کو مضبوط کیا جائے۔

¹ Homi K. Bhabha, The Location of Culture (Routledge, 1994), p. 5

² ڈاکٹر انور سجاد، ثقافتی ارتقاء اور جدید دنیا (لاہور: فیروز سنز، 2015)، ص 88

حوالہ جات

- 1- ڈاکٹر انور سجاد، ثقافتی ارتقاء اور جدید دنیا (لاہور: فیروز سنز، 2015)
- 2- ڈاکٹر خالد محمود، پاکستانی معاشرتی تبدیلیاں (لاہور: فیروز سنز، 2014)
- 3- ڈاکٹر رضیہ سلطانہ، پاکستانی معاشرہ اور تعلیم (اسلام آباد: NUST Press، 2016)
- 4- ڈاکٹر سلطان روم، پشتون ثقافت اور تاریخ (پشاور: اسلامیہ کالج یونیورسٹی پریس، 2010)
- 5- ڈاکٹر سہیل انجم، میڈیا اور معاشرتی تبدیلی (اسلام آباد: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز پریس، 2018)
- 6- ڈاکٹر طاہر القادری، اسلام میں خواتین کے حقوق (لاہور: منہاج القرآن، 2010)
- 7- ڈاکٹر عائشہ خان، جنوبی ایشیائی معاشروں میں خواتین کا کردار (کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2016)
- 8- ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی، پشتون جرگہ نظام (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2012)
- 9- ڈاکٹر فضل ربی راشد، پشتون معاشرتی نظام کا مطالعہ (پشاور: یونیورسٹی آف پشاور پریس، 2008)
- 10- ڈاکٹر قیصر عباس، پاکستانی معیشت اور سماجی تبدیلی (کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2019)
- 11- ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلامی قانون کا تعارف (اسلام آباد: IIUI Press، 2011)
- 12- ڈاکٹر نجم السحر، سماجی تبدیلی اور تعلیم (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2015)
- 13- ڈاکٹر ہمایوں احسان، ثقافتی شناخت اور جدید دنیا (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2017)
- 14- ڈاکٹر یوسف القرضاوی، اسلام اور جدید چیلنجز (دوحہ: دارالعلوم، 2007)
- 15- مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: معارف القرآن، 2008)
- 16- مولانا مفتی تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشرہ (کراچی: معارف القرآن، 2005)
- 17- مولانا مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول (لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 1980)
- 18- Ahmed, Akbar S., Resistance and Control in Pakistan (London: Routledge, 1991)
- 19- Akbar S. Ahmed, Social Change in Tribal Societies (Oxford University Press, 1991)
- 20- Amartya Sen, Development as Freedom (Oxford University Press, 1999)
- 21- Arjun Appadurai, Modernity at Large (University of Minnesota Press, 1996)
- 22- Bennett Jones, Owen, Pakistan: Eye of the Storm (Yale University Press, 2002)
- 23- Dupree, Louis, Afghanistan (Princeton University Press, 1973)
- 24- Fredrik Barth, Political Leadership among Swat Pathans (Oslo University Press, 1959)
- 25- Homi K. Bhabha, The Location of Culture (Routledge, 1994)
- 26- Johnson, Thomas H., Understanding Pashtunwali (University of California Press, 2010)
- 27- Jonathan A.C. Brown, Misquoting Muhammad (Oneworld Publications, 2014)
- 28- Leila Ahmed, Women and Gender in Islam (Yale University Press, 1992)
- 29- Louis Dupree, Afghanistan (Princeton University Press, 1973)
- 30- Manuel Castells, Networks of Outrage and Hope (Polity Press, 2012)
- 31- Marshall McLuhan, Understanding Media (Routledge, 1964)



QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

- 32- Mohammad Hashim Kamali, Sharia Law: An Introduction (Oneworld, 2008)
- 33- Rashid, Ahmed, Taliban: Militant Islam, Oil and Fundamentalism in Central Asia (Yale University Press, 2000)
- 34- Saskia Sassen, The Global City (Princeton University Press, 2001)
- 35- Sherman A. Jackson, Islam and the Problem of Black Suffering (Oxford University Press, 2009)
- 36- Spain, James W., The Way of the Pathans (Karachi: Oxford University Press, 1962)
- 37- Tariq Ramadan, Western Muslims and the Future of Islam (Oxford University Press, 2004)
- 38- Thomas H. Johnson, Understanding Pashtunwali (University of California Press, 2010)
- 39- Wael B. Hallaq, Sharia: Theory, Practice and Transformations (Cambridge University Press, 2009)